بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

معرکہ کارگل‘ بھارتی جارحیت اور پاکستان

پروفیسر خورشید احمد

کارگل میں اوائل مئی سے جنگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔ بھارتی بری فوج کی مدد سے مجاہدین کے ٹھکانوں کو خاکستر بنانے کے لیے ۲۴ مئی سے بھارتی فضائیہ کے مگ ۲۱‘ ۲۳ اور ۲۷‘ میراج ۲۰۰۰ اور ایم آئی ۱۷ گن شپ ہیلی کاپٹر حرکت میں آگئے ہیں اور ۲۴ مئی سے ہر روز پچاس سے سو بار آگ برسا رہے ہیں۔ نہ صرف یہ کہ کلسٹر بم استعمال کیے جا رہے ہیں بلکہ کیمیاوی بم بھی داغے گئے ہیں جن کے اثرات خود آزاد کشمیر کے شہریوں پر پڑے ہیں۔ جنگ صرف کارگل‘ دراس‘ بٹالک اور مشکو سیکٹرز تک محدود نہیں رہی‘ وادی نیلم اور بھمبر کے علاقوں میں بھی بھارتی در اندازیاں شروع ہو چکی ہیں‘ اور بھارتی فوجی اور سیاسی قیادت ”جنگ جیسی حالت“ (a sort of war) سے آگے بڑھ کر اب کھلی کھلی جنگ کی باتیں کر رہی ہے۔ واجپائی کے دورہ کارگل کے موقع پر اور اس کے بعد ”مکمل جنگ“ (full scale war) کے لیے فضا بنائی جا رہی ہے۔ سابق فوجی اور تجزیہ نگار صاف لفظوں میں کہہ رہے ہیں کہ کنٹرول لائن پار کیے بغیر مجاہدین کو ان کی مضبوط چوکیوں سے نکالنا ممکن نظر نہیں آ رہا اور بھارت آزاد کشمیر اور غالباً پاکستان کی بین الاقوامی سرحد پر بھی اپنی پسند کا میدان جنگ کھولنے کے لیے پر تول رہا ہے۔

پاکستان کے لیے یہ لمحہ بڑا فیصلہ کن ہے۔ وقت کی اہم ترین ضرورت یہ ہے کہ ۱۹۶۵‘ ۱۹۷۱ اور ۱۹۸۴ کے تجربات کی روشنی میں‘ ہر خوش فہمی سے نجات پاتے ہوئے‘ پوری حقیقت پسندی اور مومنانہ فراست کے ساتھ سر پر منڈلاتے خطرات کا مقابلہ کرنے کے لیے صحیح عسکری‘ سیاسی اور سفارتی حکمت عملی بنائی جائے اور اس پر قومی اتفاق رائے پیدا کر کے پوری قوم کو ان حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے منظم اور متحرک کیا جائے۔

سب سے پہلی ضرورت حالات کے صحیح تجزیے کی ہے تاکہ محض غلط فہمیوں اور خوش خیالیوں میں گم

رہ کر، ہم کوئی چوٹ نہ کھا جائیں۔

بھارت کے اصل عزائم کے بارے میں کسی خوش فہمی کی کوئی گنجایش نہیں۔ اس نے اعلان لاہور کے بعد ہی اگنی دوم کا تجربہ اور پوکھراں کی جنگی مشقیں کر کے واضح پیغام دے دیا تھا، لیکن پاکستان کی قیادت دوستی کے خواب دیکھتی رہی اور تجارت کے خیالی پلاؤ پکانے میں مصروف رہی۔ خدا بھلا کرے مجاہدین کا کہ انھوں نے اپنی قوت ایمانی، جہادی فراست اور بیش بہا قربانیوں سے ایک بار پھر حالات کا پانسہ پلٹ دیا ہے۔ انھوں نے ۱۹۸۹ سے اپنی جہادی سرگرمیوں کے ذریعے مسئلہ کشمیر کو اس تابوت سے نکال کر ایک زندہ مسئلہ بنایا جس میں بھارت اور پاکستان کی قیادتوں نے تاشقند اور شملہ معاہدوں کے ذریعے بند کر دیا تھا۔ اب کارگل کی فلک بوس چوکیوں پر قبضہ کر کے اور بھارت کی سری نگر سے لیہہ، لداخ اور سیاچین کے لیے رسد کی شاہراہ کو اپنی گرفت میں لے کر کشمیر میں بھارت کی جارحیت کو ایک بار پھر چیلنج کیا ہے۔ اس سے جدوجہد آزادی ایک نئے اور فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو گئی ہے۔ مجاہدین کے اس کارنامے نے بھارت کی عسکری اور سیاسی کمزوریوں کا پردہ چاک کر کے پوری دنیا کے سامنے اس حقیقت کو واشگاف کر دیا ہے کہ جموں و کشمیر کے عوام بھارت کے ناجائز قبضے کے خلاف برسرجنگ ہیں۔ بھارت کی فوج کو دنیا کی چوتھی بڑی فوج ہونے کا دعویٰ ہے۔ اس کے ۷ لاکھ سورما چند ہزار مجاہدین سے دس سال سے برسرپیکار ہیں۔ اس نے دسیوں بار دعویٰ کیا ہے کہ "تحریک مزاحمت دم توڑ چکی ہے" اور "حالات معمول پر آگئے ہیں" مگر اسے تحریک جہاد کے ہاتھوں ہر بار نئی ہزیمت اٹھانا پڑ رہی ہے۔

معرکہ کارگل کا حال یہ ہے کہ چند سو مجاہدین نے بھارت کی ۳۰ ہزار فوج کا ناطقہ بند کر رکھا ہے۔ اس معرکے میں ۲۰ ہزار تازہ دم فوجیوں، ڈیرہ دون کیڈٹ افسروں کی پوری کھیپ اور توپ خانے کے ساتھ فضائیہ کو بھی جنگ میں جھونک دیا گیا ہے، لیکن عالم یہ ہے کہ وہی بھارتی وزیر دفاع جنھوں نے مئی کے شروع میں دعویٰ کیا تھا کہ ۴۸ گھنٹے میں "درانذازوں" کا صفایا کر دیا جائے گا، اب بغلیں جھانک رہے ہیں۔ فضائیہ کے سو جہازوں کی لام بندی اور ان کی ۲۴ مئی سے روزانہ مسلسل آتش فشانی کے باوجود کوئی قابل ذکر کامیابی حاصل نہیں کی جا سکی ہے۔ فوجی قیادت اب چند مہینوں کی بات کر رہی ہے اور طاقت کے اس عظیم عدم توازن کے باوجود کوئی پیش قدمی نہیں کر پا رہی ہے۔ نتیجتاً اب یہی قیادت کنٹرول لائن توڑنے، آزاد کشمیر کی سرحد پر نیا محاذ کھولنے، جموں میں فوجی مشقیں کرنے اور پنجاب اور سندھ کی سرحدوں پر فوج جمع کرنے کی کارروائیاں کر رہی ہے اور زخمی سانپ کی طرح بل کھا کھا کر حملہ آور ہو رہی ہے۔

ان حالات اور واقعات پر تدبر کی نگاہ ڈالنے سے کچھ نتائج سامنے آتے ہیں جن کا ادراک ضروری ہے۔

۱- پاک بھارت تعلقات کے سلسلے میں مرکزی حیثیت مسئلہ کشمیر کو حاصل ہے اور کوئی ایسی حکمت عملی جو مسئلہ کشمیر کے حل کے بغیر تعلقات کو معمول پر لانے پر مبنی ہو، ناقابل عمل اور ناقابل فہم ہے۔ جب تک کشمیر کا مسئلہ کشمیر کے عوام کی مرضی کے مطابق اور اقوام متحدہ کی قراردادوں کی روشنی میں حل نہیں ہوتا، دوستی کی راہ پر کوئی قدم بار آور نہیں ہو سکتا۔

۲- اعتماد پیدا کرنے والے اقدامات (CBMs) ایک خیالی سواری ہیں جن کی پشت پر کوئی سفر طے نہیں کیا جا سکتا۔ ان کا ذکر اعلان تاشقند سے اعلان لاہور تک ہر معاہدے میں موجود ہے لیکن یہ صرف کاغذی پھول ہیں اور سراب سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔ اعتماد اور دوستی اسی وقت وجود میں آسکتی ہے جب کشمیر پر بھارت کا غاصبانہ قبضہ ختم ہو اور بھارت علاقے پر بالادستی کا رویہ ترک کر کے برابری کے اصول پر معاملہ کرنے کو تیار ہو۔ ورنہ ان سی بی ایمز کی حیثیت "بغل میں چھری اور زبان پر رام رام" کے سوا کچھ نہیں۔

۳- مسئلہ کشمیر محض بھارت اور پاکستان کے درمیان کوئی تنازع نہیں۔ اس کے چار فریق ہیں اور ان چاروں کی شرکت ہی سے مسئلہ طے ہو سکے گا۔ یعنی بھارت، پاکستان، جموں و کشمیر کے عوام اور اقوام متحدہ اور عالمی برادری۔ تاشقند، شملہ اور پھر لاہور میں اس چار فریقی معاملے کو بھارت اور پاکستان کا دو طرفہ معاملہ بنانے کی غیر حقیقی کوشش ہوئی جسے ناکام ہی ہونا تھا۔ نہ معاہدۂ تاشقند نے مسئلے کے حل کا کوئی دروازہ کھولا، نہ شملہ معاہدے نے اور نہ اعلان لاہور نے بلکہ جیسا کہ خود واجپائی صاحب نے اعتراف کیا ہے "لاہور کی سڑک کارگل میں جا نکلی" (دی ایشین ایج، لندن، ۱۵ جون ۱۹۹۹، ص ۲۰)۔
مسئلہ کشمیر اس بند گلی میں طے نہیں ہو سکتا۔ یہ بازوے شمشیر سے طے ہو گا یا پھر بین الاقوامی مداخلت اور دباؤ سے، جس کا بظاہر امکان کم ہے لیکن اس کے لیے کوشش جاری رہنی چاہیے۔ مگر یہ ذہن میں رہے کہ کشمیر کے عوام اور ان کے عزائم اور احساسات کو نظرانداز کر کے محض دو طرفہ مذاکرات سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ خاص طور پر اگر عوامی اور جہادی قوتوں کا بھارت پر حقیقی دباؤ نہ ہو تو وہ بات بھی کرنے کو تیار نہیں ہو گا۔ دو طرفہ سفارت کاری پہلے بھی ناکام رہی ہے اور آج بھی غیر موثر ہے۔ پاکستان کے وزیر خارجہ نے دہلی جا کر دیکھ لیا کہ بھارت کا اصل رنگ کیا ہے۔ بقول روزنامہ انڈی پنڈنٹ لندن کے نامہ نگار پیٹر پوفم: یہ ملاقات جدید سفارتی تاریخ کی سرد ترین ملاقات (one of the frostiest encounters in recent deplomatic history) تھی جس کے بعد نہ کوئی مشترک اعلانیہ آیا نہ کوئی مصافحہ ہوا اور نہ ہی کوئی ذاتی ملاپ وجود میں آیا--- بس جھوٹوں کو آنکھیں چار ہوئیں اور قصہ ختم، جس کا اعتراف خود بھارتی وزیر خارجہ نے کیا:

"There was no joint communique, no handshake, barely any eye-contact and no dialogue, as Mr. Singh freely admitted".

نہ معلوم ہمارے وزیراعظم صاحب کو کیا شوق چرایا کہ وزیر خارجہ کو دہلی بھیج کر یوں جگ ہنسائی کا اہتمام کیا۔ قومی اسمبلی کی کشمیر کمیٹی کے چیرمین' خود حکومتی پارٹی کے چودھری سرور صاحب بھی کہنے پر مجبور ہوئے کہ "سرتاج عزیز کے دورہ بھارت سے ہماری بے عزتی ہو گی۔ یہ دورہ ہمارے قومی وقار میں کمی لائے گا" (جنگ 'لندن' ۴ جون ۱۹۹۹' ص ۲)۔

۴۔ پاک بھارت تعلقات میں قیادت کے ذاتی تعلقات اور personal chemistry کا کوئی کردار نہیں۔ یہ قومی مفاد اور زمینی حقائق پر مبنی ہیں اور مسکراہٹیں' معانقے' شاعری اور بس نوردی ان کی شیرازہ بندی نہیں کر سکتے۔ جو قیادت اس زعم میں مبتلا تھی کہ ہم نے فلاں دل جیت لیا ہے اور فلاں سے دوستی کے بندھن باندھ لیے ہیں' ان کے خوابوں کا شیش محل بہت جلد چکنا چور ہو گیا ہے۔ اب اسے خواب و خیال کی دنیا سے نکل آنا چاہیے۔ معاملہ خواہ واجپائی جیسے گرگ باراں دیدہ کا ہو یا کلنٹن جیسے دل پھینک سیاست دان کا۔ بقول اقبال ؔ

جب تک نہ زندگی کے حقائق پہ ہو نظر
تیرا زجاج ہو نہ سکے گا حریف سنگ

۵۔ ایک اور چیز جو اس پورے معاملے میں سب سے زیادہ ابھر کر سامنے آئی ہے وہ یہ حقیقت ہے کہ مسئلہ کشمیر محض زمین کا تنازع نہیں۔ یہ ایک کروڑ ۴۰ لاکھ انسانوں کی آزادی اور ان کے سیاسی مستقبل کا معاملہ ہے۔ اہل کشمیر کے جذبات' احساسات' عزائم' قربانیوں اور خواہشات سے صرف نظر کر کے مسئلے کے حل کی طرف کوئی ایک قدم بھی نہیں اٹھایا جا سکتا۔ بھارت کا یہ دعویٰ کہ مسئلہ کشمیر محض پاکستان کا چھوڑا ہوا شوشہ ہے اور جہاد کشمیر آئی ایس آئی کا شعبدہ ہے' اس صدی کا سب سے بڑا جھوٹ اور سب سے بڑا دھوکا ہے۔ کشمیر کے عوام نے کبھی بھارت کے تسلط کو قبول نہیں کیا۔ جس اسمبلی کا ڈھونگ ۱۹۵۴ میں رچایا گیا تھا' اس کی نہ عوام کی نگاہ میں کوئی وقعت تھی (۷۵ میں سے ۷۳ افراد بلامقابلہ کامیاب ہوئے تھے) اور نہ اس شخص کی نگاہ میں جس نے خود یہ ڈراما رچایا تھا یعنی شیخ عبداللہ۔ شیخ صاحب نے بعد میں اپنی سوانح حیات میں اسے ڈھونگ قرار دیا۔ وہ اس نام نہاد اسمبلی کے کارفرما ہونے سے پہلے ہی بیک بینی و دوگوش ایوان اقتدار سے زنداں خانے پہنچا دیے گئے۔ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے ایک باقاعدہ قرارداد کے ذریعے اسے کشمیر کے مستقبل کے فیصلے اور استصواب رائے کے باب میں غیر متعلق اور غیر موثر قرار دیا۔ ویسے تو سارے ہی انتخاب غیر نمایندہ تھے لیکن ۱۹۸۷ کے انتخابی ڈھونگ کے بعد تو عوام نے بیلٹ کے راستے

سے کھلی برائت کا اظہار کیا اور مزاحمت اور جہاد کا راستہ اختیار کیا جو آج تک جاری ہے۔

کارگل کے معرکے کی شکل میں تحریک مزاحمت و جہاد نے ایک نئی وسعت اختیار کی ہے۔ کل جماعتی حریت کانفرنس اور مقبوضہ کشمیر کی تمام سیاسی قوتوں نے برملا اعلان کیا ہے کہ کارگل کے مجاہد کشمیر کی جہاد آزادی کے فرزند اور قوم کے ہیرو ہیں۔ بھارت چاہے انھیں "گھس بیٹھیے" کہے یا "درانداز" "طالبان" یا "پاکستان کے فوجی" لیکن حقیقت میں وہ تحریک آزادی کے گل ہائے سرسبد ہیں۔ سیاسی اور عسکری تحریک سرزمین جموں و کشمیر کی اپنی تحریک ہے، کوئی بیرونی دخل اندازی نہیں۔ اس سلسلے میں بھارت کا پروپیگنڈا جو بھی ہو، حقائق بالکل مختلف ہیں جو اپنا لوہا منوا لیتے ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ پاکستان کی سفارتی اور پروپیگنڈا مہم ایسی بودی اور غیرموثر ہے کہ ان حقائق تک کو موثر انداز میں پروجیکٹ نہیں کر پاتی اور بھارت کا یہ حال ہے کہ وہ جھوٹ کو بھی بڑے طمطراق سے پیش کر رہا ہے اور اس اصول پر پیش کر رہا ہے: "جھوٹ کو مسلسل پیش کیے جاؤ حتیٰ کہ لوگ اس کو سچ مان لیں"۔

بھارت کشمیر کو اپنا "اٹوٹ انگ" کہتا ہے جب کہ اہل جموں و کشمیر اس کے قبضے کو ناجائز اور جارحانہ تسلط قرار دیتے ہیں اور اقوام متحدہ اور تمام انصاف پسند انسان کشمیر کو بھارت کا حصہ نہیں، ایک متنازع علاقہ قرار دیتے ہیں۔ مزاحمت کی تحریک ایک قومی تحریک ہے جس کا اعتراف کیے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ پچھلے دنوں بھارت نے اس پر دھول ڈالنے کی بڑی کوشش کی لیکن معرکہ کارگل نے ایک بار پھر اس حقیقت کو واشگاف کر دیا ہے۔

۱۹۹۰ میں تحریک کے اولیں دور ہی میں تحریک جہاد کی حقیقت کو تسلیم کر لیا گیا تھا۔ لندن کے اخبار گارڈین کے نمایندہ ڈیرک براؤن نے ۲۸ جنوری ۱۹۹۰ کی اشاعت میں اعتراف کیا تھا: میرا خیال ہے کہ غیر ملکی نامہ نگار، سرکاری موقف سے، یعنی یہ کہ سارا مسئلہ مٹھی بھر ناپسندیدہ عناصر کا کیا دھرا ہے جنھیں پاکستان سے مدد اور حوصلہ افزائی ملتی ہے، جس طرح اختلاف کرتے تھے، وہ بھارتیوں کے لیے بڑی پریشانی کا باعث ہوا۔ غیر ملکی نامہ نگاروں میں اس سے بہت زیادہ مقبول یہ نقطۂ نظر تھا کہ صورت حال عام بغاوت کی کیفیت سے مشابہہ ہے اور اسے عوامی حمایت کی وسیع بنیاد حاصل ہے۔

لندن ٹائمز میں کرسٹوفر تھامس نے یکم فروری ۹۰ کے شمارے میں لکھا: بھارت کی جانب سے صورت حال کو یوں پیش کرنا کہ کشمیر میں جو کچھ ہو رہا ہے پاکستان کے اکسانے پر ہو رہا ہے، اس حقیقت کو نظرانداز کرنا ہے کہ علاحدگی کی تحریک کو وسیع عوامی حمایت حاصل ہے۔

اسی طرح فنانشنل ٹائمز نے لکھا: بھارت کا یہ دعویٰ کہ پاکستان نے ساری بے چینی پیدا کی ہے اور مسلح اور تربیت یافتہ درانداز سرحد پار سے بھیجے ہیں، غیر ثابت شدہ ہے اور اس کا درست ہونا قرین قیاس

نہیں ہے۔

لندن اکانومسٹ نے اس تحریک کے آغاز ہی میں لکھا: انتخاب کی آزادی دی جائے تو کشمیری غالباً آزادی کے حق میں یا پھر پاکستان کے حق میں رائے دیں گے۔

اس پورے عرصے میں بھارت نے کشمیر کو عالمی ذرائع ابلاغ کے لیے ممنوعہ علاقہ (no go area) بنا دیا تھا اور آج بھی کوئی اخبار نویس بہ مشکل ہی کشمیر کی صحیح صورت حال سے دنیا کو واقف کرا سکتا ہے۔ وہاں پاکستانی ٹی وی پر بھی پابندی ہے اور بین الاقوامی نمایندوں' ٹی وی کیمرہ مینوں اور این جی اوز کسی کا بھی گزر ممکن نہیں۔ اس معرکے کی وجہ سے کچھ حالات سامنے آ رہے ہیں تو جو تصویر بنتی ہے وہ بھارت کے پروپیگنڈے کا پردہ چاک کرنے والی ہے۔

دی گارڈین لندن کی نمایندہ سوزین گولڈن برگ سری نگر سے ۷ جون ۱۹۹۹ کے شمارے میں لکھتی ہے:
وادی کشمیر میں' اس پہاڑی سلسلے سے ۱۲۵ میل دور جہاں بھارت ۱۹۷۱ کے بعد پاکستان کے خلاف سب سے زیادہ اسلحہ اور فوج جمع کر رہا ہے' بھارتی سپاہیوں سے کوئی ہمدردی نہیں پائی جاتی جن کی لاشیں بلندیوں پر لاوارث پڑی ہوتی ہیں' اس لیے کہ ان کو حاصل کرنا زیادہ خطرناک ہو سکتا ہے۔ ایک کشمیری سینیر پولیس افسر نے کہا کہ لوگ بھارتی سپاہیوں کی پریشانیوں سے لطف لے رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ "بھارتی فوج اتنے عرصے سے ہمیں قتل کر رہی ہے' اب کچھ انھیں بھی قتل ہونا چاہیے"۔ فوجی افسران میں جوانوں کے مورال کے بارے میں اندیشے بڑھ رہے ہیں۔ انھیں مقامی آبادی کا اعتماد حاصل نہیں ہے جو بغاوت کے آغاز کے بعد سیکیورٹی فورسز کے ہاتھوں ۲۵ ہزار افراد کے قتل کا انتقام چاہتے ہیں۔ سری نگر میں علاحدگی پسندوں نے کنٹرول لائن کے ساتھ ساتھ بھارتی فضائیہ کے استعمال کے خلاف ہڑتال اور مظاہروں کی ہدایت جاری کی ہے۔

لندن کے اخبار دی انڈی پنڈنٹ کا نمایندہ پیٹر پوفام ۲۷ مئی ۱۹۹۹ کے شمارے میں دہلی سے لکھتا ہے:
لیکن آبادی ۹۰ فی صد مسلمان ہے اور ۱۹۹۰ کے آغاز سے جب سے کہ بھارتی حکومت نے انھیں دبانے کے لیے وحشیانہ طریقے اختیار کیے ہیں' یہ مسلمان بہت زیادہ بددل ہو گئے ہیں۔ پاکستان کا ہمیشہ یہ موقف رہا ہے کہ کشمیر اس کا ہے۔ بھارت نے کشمیر کو علی حالہ برقرار رکھنے کی کوشش کی ہے لیکن اس کے لیے بغاوت کے آغاز ہی سے یہ ایک ہاری ہوئی جنگ ہے۔ یہ خوب صورت اور معروف خطہ ارضی مسلح افواج کا کیمپ بنا ہوا ہے۔

نیویارک ٹائمز اپنے ایک اداریے میں جو انٹرنیشنل ہیرالڈ ٹریبون کی ۲۸ مئی ۱۹۹۹ کی اشاعت میں شائع ہوا ہے' لکھتا ہے: کشمیر کی مسلم اکثریت کی ریاست طویل عرصے سے بھارت سے آزادی کے حصول

کے لیے گوریلا بغاوت کا منظر پیش کر رہی ہے۔

لندن کے جریدے دی اکانومسٹ نے اپنے ۱۲ جون کے شمارے میں Kashmir Again کے عنوان سے اوارتی کالم میں لکھا ہے: بھارت طویل عرصے سے یہ کہہ رہا ہے کہ اگر پاکستان مداخلت بند کردے تو کشمیر میں امن قائم ہو جائے گا' اسے زیادہ سے زیادہ نصف سچائی کہہ سکتے ہیں۔ بھارت نے اپنی حکمرانی کے خلاف ایک عرصے سے جاری بغاوت کو قابو کر لیا ہے۔ اب مقامی جنگجو کم اور بیرونی مداخلت کار زیادہ نظر آتے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ کشمیر میں حالات معمول پر آگئے ہیں یا اس کے عوام بھارتی حکومت کے تحت راضی ہیں۔ زیادہ تر مسلمان بھارت یا پاکستان کی حکومت کے بجائے آزادی چاہتے ہیں مگر بھارت ان کا یہ حق سختی سے مسترد کر رہا ہے۔

اور جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ بھارت کے روزنامہ دی ہندو گروپ کے میگزین فرنٹ لائن کے تازہ شمارے (۱۸ جون' ۱۹۹۹) میں اس کا نمایندہ پراوین سوامی سری نگر سے اپنی رپورٹ میں لکھتا ہے کہ کارگل کے معرکے کے بعد' اگر یہاں مزاحمتی قوتوں کا قبضہ باقی رہتا ہے تو پاکستان اور پاکستان نواز گروہ یہ دعویٰ کر سکیں گے کہ بھارت مخالف تحریک ریاست کے ان تمام علاقوں پہ چھا گئی ہے جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ سوامی لکھتا ہے: آل پارٹیز حریت کانفرنس کے ایک حالیہ خصوصی اجلاس منعقدہ سری نگر میں کارگل میں بھارت کی دفاعی سرگرمیوں کی مذمت کی گئی اور کہا گیا کہ بری اور فضائی طاقت کے بے روک استعمال نے علاقے میں امن کے لیے خدشات کو بڑھا دیا ہے۔ بڑی دلچسپ بات یہ ہے کہ انھوں نے کہا کہ کارگل میں کشمیری النسل باغی' نہ کہ پاکستان کے فوجی اور غیر فوجی' مورچوں میں ہیں۔ کانفرنس کے بیان میں کہا گیا ہے کہ اب جب کہ کشمیری جنگجوؤں کو کچلنے کے لیے بری افواج کی مدد کے لیے فضائیہ کو بھی بلا لیا گیا ہے' کشمیر کے مسئلے نے جنوبی ایشیا کے علاقے کی سلامتی اور امن کے لیے ایک نئی حیثیت اختیار کر لی ہے (ص ۲۴)۔

سوامی اس امر پر حیرت کا اظہار کرتا ہے کہ فاروق عبداللہ کے سوا کسی کشمیری لیڈر نے حتیٰ کہ نیشنل کانفرنس کے لیڈروں نے بھی "پاکستانی جارحیت کی مذمت نہیں کی" اور سب نے سوچی سمجھی خاموشی کا راستہ اختیار کیا۔ وہ لکھتا ہے: معلوم ہوتا ہے کہ نمایاں سیاسی شخصیات کے پاس کارگل میں لڑائی کے بارے میں کہنے کے لیے کچھ نہیں ہے۔ ہمیشہ کی طرح فاروق عبداللہ نے پاکستانی جارحیت کی مذمت کی ہے لیکن نیشنل کانفرنس کے دوسرے رہنماؤں نے حالیہ واقعات پر خاموشی اختیار کی ہے۔ وزیراعلیٰ کے علاوہ کسی بڑی سیاسی شخصیت نے جنگ کے علاقے کا دورہ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی اور اس مسئلے پر کہ اس موسم گرما کے واقعات ریاست کے مستقبل پر کیا اثرات مرتب کریں گے' کوئی سیاسی مباحثہ کرنے کی کوشش

بھی نظر نہیں آتی۔

بھارت کی ۱۵ کور کے کمانڈر جنرل کرشن پال نے اپنے ایک حالیہ انٹرویو میں اعتراف کیا ہے کہ فوج بغاوت کچلنے میں مصروف ہے مگر اسے مقامی آبادی کی حمایت حاصل نہیں ہے (بحوالہ امت کراچی' ۲۷ مئی ۱۹۹۹ مضمون: ارشاد محمود' "بھارت یہ جنگ نہیں جیت سکتا")۔

حقیقت یہ ہے کہ کشمیر میں اصل بیرونی مداخلت کار (external interventionist) اور جارح (agressor) بھارت اور اس کی افواج ہیں جن کا مقابلہ پوری ملت کشمیر اور اس کے بازوئے شمشیرزن تحریکات جہاد سے ہے۔ بھارت پاکستان پر انگشت نمائی کر کے حقائق کو غیر موثر نہیں بنا سکتا۔ اصل مسئلہ اس کے ناجائز تسلط اور غاصبانہ قبضے سے کشمیر کی رہائی کا ہے۔ اپنے حق آزادی کے لیے جدوجہد' تخریب کاری نہیں' جہاد آزادی ہے جس کی معاونت اور تائید تمام آزادی پسند اور جمہوریت کی علم بردار قوتوں اور افراد کو کرنا چاہیے۔ جہاد آزادی کی تائید اور معاونت کرنے والے' انسانیت کے محسن اور مظلوموں کے مددگار ہیں' دہشت گرد اور تخریب کار نہیں۔

انقلاب فرانس اور عالمی جمہوری تحریک کا فلسفہ اور پیغام یہی ہے۔ یورپی اقوام اور امریکہ کی تحریکات آزادی اور بل آف رائٹس بھی اسی بنیاد پر قائم ہیں۔ اقوام متحدہ کا چارٹر اور ہیومن رائٹس کنونشن کی روح یہی اصول ہے اور غیر جانب دار ممالک (NAM) کا چارٹر اسی اصول کا علم بردار ہے۔ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے یہ اصول ان کا جزو ایمان ہے۔ اسلام کا تصور جہاد اس کی دعوت دیتا ہے۔ قرآن صاف لفظوں میں کہتا ہے: وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ج وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ج وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيرًا ۝ اَلَّذِينَ اٰمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ج وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُوْا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ج اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيفًا ۝ (النساء ۴: ۷۵-۷۶)

آخر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں ان بے بس مردوں' عورتوں اور بچوں کی خاطر نہ لڑو جو کمزور پا کر دبا لیے گئے ہیں اور فریاد کر رہے ہیں کہ خدایا ہم کو اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی حامی و مددگار پیدا کر دے۔ جن لوگوں نے ایمان کا راستہ اختیار کیا ہے' وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور جنھوں نے کفر کا راستہ اختیار کیا ہے' وہ طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں' پس شیطان کے ساتھیوں سے لڑو اور یقین جانو کہ شیطان کی چالیں حقیقت میں نہایت کمزور ہیں۔

بھارت کے پروپیگنڈے کا سارا زور تین باتوں پر ہے۔ ایک یہ کہ کشمیر بھارت کا حصہ ہے اور کشمیر

میں جہادی سرگرمیاں بھارت پر حملے کے مترادف ہیں۔ دوسری یہ کہ کارگل اور کشمیر میں جو کچھ ہو رہا ہے یہ پاکستان کے لوگ، پاکستان کی فوج یا افغان طالبان کر رہے ہیں۔ اور تیسرے یہ کہ پاکستان نے خصوصیت سے کارگل کے معاملے میں شملہ معاہدے کی خلاف ورزی کی ہے اور کنٹرول لائن کے اس پار کارروائی کی ہے۔

افسوس ہے کہ پاکستان کی حکومت اور اس کے سفارت کار عالمی سطح پر بھارت کی پروپیگنڈا مہم کا کوئی موثر توڑ نہیں کر رہے اور ہمارا مضبوط مقدمہ محض پیروی نہ کیے جانے کی وجہ سے غیر موثر ہو رہا ہے یعنی انگریزی محاورے کے مطابق: going by default۔

پہلی بات کا واضح جواب یہ ہے کہ کشمیر بھارت کا حصہ نہیں اور نہ کشمیر کی کنٹرول لائن کوئی بین الاقوامی سرحد ہے۔ جموں و کشمیر کے مستقبل کا فیصلہ اس کے عوام کو کرنا ہے۔ یہ پورا معاملہ پاکستان اور بھارت ہی نہیں، اقوام متحدہ اور بین الاقوامی قانون کی میزان میں متنازع ہے۔ اس طرح یہ مسئلہ اپنی اصل کے اعتبار سے ایک بین الاقوامی مسئلہ ہے اور کوئی معاہدہ اسے پاکستان اور بھارت کا دو طرفہ معاملہ (bilateral issue) نہیں بنا سکتا۔

بھارتی اخبار ایشین ایج کے ایڈیٹر ایم جے اکبر ۵ جون ۱۹۹۹ کی اشاعت میں شائع ہونے والے اپنے مضمون The Blind Hawks of BJP میں کہتے ہیں: پاکستان کو کشمیر کا مسئلہ اقوام متحدہ میں لے جانا نہیں ہے، یہ پہلے ہی سے وہاں ہے۔ اس کا کام تو اسے سرگرمی سے متحرک کرنا ہے۔

ایک اور بھارتی روزنامہ دی ہندستان ٹائمز کا مقالہ نگار براہما چیلینی اخبار کی ۲ جون ۹۹ کی اشاعت میں Blundering on Kashmir کے عنوان سے لکھتا ہے: نہرو سے واجپائی تک، کم نظری کی وجہ سے کشمیر میں غلطیوں پر غلطیاں ہوئی ہیں۔ کشمیر کو بین الاقوامی، پاکستان نے نہیں، نہرو نے بنایا--- برعظیم میں ایٹمی دھماکوں کے بعد کشمیر پر بین الاقوامی توجہ اسلام آباد کے لیے سفارتی خوش قسمتی تھی تو کارگل سفارتی ضرب کاری ہے، اس نے کشمیر کو سامنے کی چیز بنا دیا۔

عالمی پریس پر نگاہ ڈالیں تو ہر طرف اس امر کا اعتراف ہے کہ کارگل کی وجہ سے مسئلہ کشمیر عالمی توجہ کا مرکز بن گیا ہے اور کوسووا میں امریکہ، نیٹو اور خود اقوام متحدہ نے جو نیا اصول اپنایا ہے اس نے کشمیر کے مسئلے کو عالمی مداخلت کے لیے ایک موزوں ایشو بنا دیا ہے۔ افسوس ہے کہ بھارت اس کے باوجود اپنے پروپیگنڈے کے تیر ہر طرف چلا رہا ہے اور پاکستان کو عالمی سفارتی میدان میں یکہ و تنہا کر رہا ہے جب کہ پاکستان کے سفارت کار خواب غفلت کا شکار ہیں۔ حتیٰ کہ امریکہ میں پاکستان کے سفیر نے بھارت کے سفیر کے مقابلے میں سی این این کے کیو اینڈ اے پروگرام میں بھارتی سفیر کے جھوٹے دعووں کا کوئی رد تک نہ

کیا اور اقوام متحدہ کی قراردادوں اور اہل کشمیر کے حق خود ارادیت کے بارے میں ایک لفظ بھی نہ کہا۔ افسوس ہے کہ کارگل کے مسئلے پر دنیا کے بیشتر اخبارات و رسائل نے جو بات کہی' ہم اس سے بھی فائدہ نہ اٹھا سکے۔

انگلستان کا روزنامہ فنانشل ٹائمز اپنی ۲۸ مئی ۱۹۹۹ کی اشاعت میں اداراتی کالم میں War in Kashmir کے عنوان سے لکھتا ہے: یہ جاننا ناممکن ہے کہ بھارت کا یہ موقف کہاں تک درست ہے کہ کنٹرول لائن کے اس طرف کے علاقے میں افغان گوریلوں نے نفوذ حاصل کر لیا ہے۔ لیکن یہ واضح ہے کہ متعفن ہندو قوم پرست حکومت کو کشمیر کے بحران سے انتخابی فائدہ ہو گا۔ ایمی پس منظر کی وجہ سے بیرونی دنیا کا بھی بہت کچھ داؤ پر لگا ہوا ہے۔ بھارت نے ہمیشہ اس تنازعے کو بین الاقوامی بنانے سے احتراز کیا ہے لیکن اسے قابو رکھنے میں دنیا کا مشترک مفاد ہے۔ یہ ٹھیک اس نوعیت کا مسئلہ ہے جس کے لیے ضرورت ہے کہ ایک مضبوط اقوام متحدہ کثیر طرفی طریقہ اختیار کرے۔

لندن کا روزنامہ دی ٹائمز اپنے ۲۷ مئی ۹۹ کے اداریے میں کہتا ہے: جب کہ دوسرے کردار کوسووا کے واقعات میں مصروف ہیں' بھارت اور پاکستان کشمیر میں نئی مسلح کشمکش کی طرف بڑھ رہے ہیں۔

دی گارڈین نے ۲۹ مئی ۹۹ کے اداریے میں لکھا: کوسووا کی جنگ یورپ کے دروازے پر ہے لیکن کسی کو بھی نصف دنیا دور ایک دوسرے مسئلے کے خطرے کو کم نہیں سمجھنا چاہیے جو قابو سے باہر ہونے کی دھمکی دے رہا ہے۔ برطانیہ اور دوسری بڑی طاقتوں کو برعظیم میں ایٹمی خطرے کے بارے میں اپنے حصے کی ذمہ داری ادا کرنا چاہیے۔

دی انڈین ہندوستان نے ۲۹ مئی ۹۹ کے اداریے میں کوسووا اور عراق میں اقوام متحدہ کی مداخلت' صلح کاری اور انسانیت کے خلاف جرائم پر احتساب کا ذکر کرنے کے بعد لکھا: اور یہ ایک ایسا طے شدہ اصول (doctrine) ہے جس کا اطلاق کشمیر کے مسئلے پر کیا جا سکتا ہے جو کبھی بھی اقوام متحدہ کے ممبر ممالک کے درمیان ایک سادہ سرحدی تنازع نہیں تھا اور نہ اتنی بات تھی کہ ایک صوبہ دراصل کس کا ہے۔ اقوام متحدہ' کشمیر میں بھارتی حکومت نے جس ریفرنڈم کا وعدہ کیا تھا اس کے ضامن کی حیثیت سے ایک ذمہ داری رکھتی ہے۔ کشمیر کے معاملے میں پرامن حل کی واحد امید اقوام متحدہ ہی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ خود فونٹ لائن کا مقالہ نگار دی آر راگھاون اپنے تجزیے کو اس نتیجے پر ختم کرتا ہے: کارگل نے بھارت اور پاکستان کو فیصلے کے لمحے تک پہنچا دیا ہے۔ یہ موقع ہے کہ کارگل سے آگے دونوں ممالک کی بھلائی کے لیے' مسئلہ کشمیر کے طویل المیعاد سلامتی کے مضمرات کو دیکھا جائے (۱۸ جون' ۱۹۹۹' ص ۷۸)۔

اسی نوعیت کے خیالات کا اظہار دی اکانومسٹ' واشنگٹن پوسٹ' الاہرام اور دوسرے عالمی اخبارات اور رسائل میں ہوا لیکن اس کا کوئی فائدہ پاکستان کے سفارتی حلقوں نے نہیں اٹھایا۔ حالانکہ یہ ایسا موقع تھا کہ بھارت کو corner کیا جا سکتا تھا اور اس کے پروپیگنڈے کے غبارے سے ہوا نکالی جا سکتی تھی۔

دوسرے نکتے کے بارے میں ہم اوپر گفتگو کر چکے ہیں کہ اصل جدوجہد کشمیری عوام کی ہے اور پاکستان کوئی غیر نہیں' مسئلہ کشمیر کے سلسلے میں ایک پارٹی کی حیثیت رکھتا ہے۔ آزاد کشمیر اور مقبوضہ کشمیر کے لوگوں کی جدوجہد آزادی' ان کا حق ہے اور پاکستان' امت مسلمہ اور دنیا کے تمام سامراج مخالف انسانوں کا فرض ہے کہ اس جدوجہد آزادی میں اہل کشمیر کی مدد کریں۔ ظالم اور غاصب قوت بھارت ہے' مجاہدین نہیں۔

تیسرے نکتے کا تعلق کنٹرول لائن سے ہے۔ لیکن یہاں بھی سارے حقائق بھارت کے خلاف جاتے ہیں۔ یہ بات کہ کنٹرول لائن کاغذ پر تو ایک خاص مقام تک (NJ 9842) طے ہوئی تھی' درست ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بہت سے مقامات پر خصوصیت سے کارگل سیکٹر میں زمین پر اس کی حد بندی کبھی نہیں ہوئی۔ فرنٹ لائن کے تازہ شمارے میں (۱۸ جون ۹۹) ایک مقالہ نگار پرافل بدوائی "Playing with Fire in Kargil" کے عنوان سے اپنے مضمون میں اعتراف کرتا ہے: اس حقیقت کی موجودگی میں کہ کشمیر میں کنٹرول لائن کی زمین پر حد بندی نہیں ہے اور اس ابہام کی وجہ سے فضائی حدود کی خلاف ورزی کے لیے بڑی گنجایش ہے' ہوائی حملے' جوابی کارروائی اور مزید جوابی کارروائی کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔

جہاں تک کارگل کا تعلق ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے قانون مکافات کا عمل صاف نظر آتا ہے۔ کارگل کا یہ پورا علاقہ پاکستان کے پاس تھا جس پر ۱۹۶۵ کی جنگ میں بھارت نے قبضہ کر لیا تھا مگر معاہدہ تاشقند کے بعد اسے دوبارہ پاکستان کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ جب بھارت نے ۱۹۷۱ کی جنگ میں اس پر دوبارہ قبضہ کیا تو ۱۹۷۲ کے شملہ معاہدے کے تحت جو پاکستان نے مجبوری کے عالم میں (under duress) کیا تھا' اسے محض طاقت کے زور پر واپس نہیں کیا گیا بلکہ سیز فائر لائن کا نام بدل کر لائن آف کنٹرول کر دیا گیا۔ پھر ۱۹۸۴ میں بھارت نے اس کنٹرول لائن کی بھی خلاف ورزی کی اور سیاچین کے گلیشیر پر موقع پاتے ہی قبضہ کر لیا۔ ۱۹۹۹ میں بالکل اسی طرح جس طرح سیاچین کے ایک حصہ پر بھارت نے قبضہ کیا تھا' مجاہدین کشمیر نے کارگل کی اہم ترین چوکیوں کو اپنے قبضہ میں لے لیا جس پر بھارت آتش زیرپا ہے اور بے دردی سے زمینی اور فضائی فوجی کارروائی کر رہا ہے۔ خطرہ ہے کہ جو نقصانات اسے اٹھانا پڑ رہے ہیں ان سے مشتعل ہو کر لائن آف کنٹرول پار کرنے اور پاکستان کے خلاف دوسرے محاذ کھولنے کی حماقت نہ کر گزرے۔ بھارت نے سیاچین

میں دخل اندازی کے علاوہ بھی کئی سو مرتبہ لائن آف کنٹرول کی خلاف ورزیاں کی ہیں جن کا پورا ریکارڈ پاکستان اور اقوام متحدہ کے مبصرین کے پاس ہے۔

بھارت نے کنٹرول لائن پر اقوام متحدہ کے نمایندوں کی نگرانی اور اقوام متحدہ کی امن فوج لگانے کی ہمیشہ مخالفت کی ہے جو اس کی بدنیتی کا کھلا ثبوت ہے۔ کارگل کے بارے میں بھارت کا کیس نہایت بودا اور تضادات کا مجموعہ ہے۔ لیکن یہاں بھی پاکستان عالمی رائے عامہ، حتیٰ کہ چین اور عرب ممالک تک کو جو ہمارے بہترین حلیف رہے ہیں اپنا ہم نوا بنانے میں پوری طرح کامیاب نہیں ہوا ہے۔ چین اور پاکستان کا تو خالص سلامتی کے نقطۂ نظر سے بھی مفاد مشترک ہے لیکن ہماری سفارتی کارکردگی انتہائی غیر تسلی بخش ہے۔

کارگل میں مجاہدین نے اپنی بالادستی ثابت کر دی ہے۔ اب اولیں ترجیح اس بالادستی کو برقرار رکھنے کو ملنی چاہیے اور اس کے لیے تمام جہادی قوتوں کو مکمل اتفاق اور یک جہتی کے ساتھ اس محاذ پر مضبوطی سے ڈٹے رہنا چاہیے۔ نیز حکومت پاکستان، پاکستانی قوم اور پاکستانی افواج کو اپنے اپنے دائرے میں اپنی ذمہ داری ادا کرنی چاہیے۔

لیکن اس وقت اصل خطرہ نیم جنگ کی موجودہ کیفیت کے ایک وسیع تر جنگ میں بدل جانے کا ہے۔ اس سلسلے میں عالمی سیاسی حلقوں میں مختلف نظریات پر گفتگو ہو رہی ہے۔ امریکہ اور اسرائیل کے کچھ حلقے بھارت کی مجبوری کا سہارا لے کر اسے جنگ کے جال میں پھنسانا چاہتے ہیں اور درپردہ پاکستان کے ایٹمی پروگرام کو نشانہ بنانا چاہتے ہیں۔ ان خطرات کا اظہار امریکہ کے مسلمان سائنس دانوں اور انجینیرز کی تنظیم نے کھل کر کیا ہے۔ پاکستانی فوج اور قیادت کو ان خدشات کو نظرانداز نہیں کرنا چاہیے بلکہ اپنی صلاحیت کی حفاظت اور مقابلے کے لیے پیش بندی دونوں کا اہتمام کرنا چاہیے۔ اسی طرح روایتی جنگ کا امکان بھی بڑھ رہا ہے اور جس وقت یہ سطور تحریر کی جا رہی ہیں اس وقت بھارت سے آنے والی تمام ہی اہم اطلاعات کا رخ کشمیر میں محدود جنگ اور پاکستان کے خلاف ایک بھرپور جنگ کی طرف ہے۔ بال ٹھاکرے نے تو پاکستان کو سبق سکھانے کا اعلان کر دیا ہے اور واجپائی اور جسونت سنگھ بھی کھلی جنگ کی باتیں کر رہے ہیں۔ فوجی اور سابق فوجی حلقوں میں بھی انھی خطوط پر اظہار رائے کیا جا رہا ہے، اس لیے جنگ کے ان خطرات کو محض وہم نہ سمجھا جائے اور سنجیدگی سے مقابلے کی تیاری کی جائے۔

جنرل میک آرتھر نے صحیح ہی کہا ہے کہ: دنیا کی تاریخ نے شروع ہی سے یہ سکھایا ہے کہ بزدلی سے جھگڑے پیدا ہوتے ہیں اور بہادری اکثر انھیں روک دیتی ہے۔ اس لیے یہ اصول اہل دانش و تجربہ نے بیان کیا ہے کہ جنگ کو روکنے کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ ہے جنگ کے لیے تیار رہنا۔ طاقت کے توازن

کے بغیر امن قائم نہیں رہ سکتا۔ اگر دشمن کا مقابلہ کرنے کی طاقت ہو تو امن قائم رہ سکتا ہے اور آزادی اور عزت محفوظ رہ سکتے ہیں ورنہ ع

ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

قرآن نے بھی امت مسلمہ کو مقابلے کے لیے تیار رہنے کی حکمت عملی کی تعلیم دی ہے۔ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ج لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ج اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ط وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ o (الانفال ۸: ۶۰) اور تم لوگ، جہاں تک تمھارا بس چلے، زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے ان کے مقابلے کے لیے مہیا رکھو تاکہ اس کے ذریعے سے اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو اور ان دوسرے اعدا کو خوف زدہ کر دو جنھیں تم نہیں جانتے مگر اللہ جانتا ہے۔ اللہ کی راہ میں جو کچھ تم خرچ کرو گے اس کا پورا پورا بدل تمھاری طرف پلٹایا جائے گا اور تمھارے ساتھ ہرگز ظلم نہ ہو گا۔

اس وقت ملک جن خطرات کی زد میں ہے، ان کا مقابلہ صرف فوجی تیاری سے نہیں ہو سکتا۔ بلاشبہ فوج کا چوکس اور تیار رہنا اولیں ضرورت ہے لیکن سیاسی قیادت کا صحیح رویہ، بالغ نظری، جرأت اور استقامت بھی اتنے ہی ضروری ہیں۔ قوم کو کسی بڑے معرکہ کے لیے تیار کرنا اور تیار رکھنا بھی اس کا ویسا ہی اہم حصہ ہے۔ قوم میں یکسوئی اور اپنی آزادی، عزت اور سلامتی کے لیے بڑی سے بڑی قربانی دینے کا جذبہ اور شوق، ایمان کے بعد طاقت کا سب سے بڑا منبع ہے۔ اسی طرح معیشت کی مضبوطی بھی ازبس ضروری ہے۔ اعلیٰ سے اعلیٰ عسکری صلاحیت بھی معاشی وسائل کی فراہمی کے بغیر غیر موثر ہو جاتی ہے۔ ان سب سے بڑھ کر اللہ پر ایمان اور بھروسہ اور اس کی اعانت اور نصرت کی طلب۔ یہ پانچ عناصر، جنگ ہو یا امن، دونوں میں ترقی اور استحکام کے ضامن ہیں۔ جہاں ہمیں اپنی فوج کے جذبے اور صلاحیت کے بارے میں پورا اطمینان ہے، وہیں باقی عناصر کی ضرورت کے مطابق موجود اور موثر ہونے کے بارے میں اطمینان کا اظہار مشکل ہے۔ البتہ ان میں سے ہر ایک عنصر کی فراہمی اور استحکام کی فکر وقت کی ضرورت ہے۔

یہ پہلو بھی سامنے رہنا چاہیے کہ جہاں اس وقت ایک تاریخی موقع ہمیں حاصل ہے وہیں قیادت کی ذمہ داری ہے کہ پورے اخلاص، دیانت اور بالغ نظری کے اپنے حالات، وسائل اور پیش آمدہ چیلنج اور اس کے تقاضوں کا ادراک کرے اور نہ بزدلی اور فرار کا راستہ اختیار کرے اور نہ ایسے خطرات مول لے جن کے مقابلے کے لیے تیاری نہ ہو۔ ہماری لڑائی طویل ہے اور اس میں ہر لمحہ قیمتی ہے۔ کسی موقع کو کھو دینا بھی جرم ہے اور استعداد کو نظرانداز کر کے معاملات کرنا بھی حکمت و دانش کے خلاف ہے۔ جہاں توکل کا

حکم ہے' وہیں اونٹ باندھنے کو بھی ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اپنی ساری کمزوریوں کے باوجود اس قوم میں بڑی صلاحیت اور خیر ہے لیکن اس صلاحیت اور خیر کی صحیح نظم بندی بھی ضروری ہے۔ خطرات مول لیے بغیر کوئی بڑا کام انجام نہیں دیا جا سکتا۔ لیکن خطرات مول لینے اور جوا کھیلنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ سوچ سمجھ کر خطرات کا مقابلہ کرنا اصل مردانگی اور شجاعت ہے۔ اور اس نازک لمحے میں ایمان کے ساتھ ساتھ حکمت اور شجاعت ہمارے اصل ہتھیار ہیں۔

قوم اور ملک کو درپیش خطرات کے لیے تیار کرنے اور قوم میں یکسوئی اور یک جہتی پیدا کرنے کی اصل ذمہ داری سیاسی قیادت پر ہے جسے اپنے خول سے نکل کر وقت کے تقاضوں کو پورا کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ پارلیمنٹ اور پارلیمنٹ کے باہر تمام قومی اور ملی عناصر کو ساتھ لے کر چلنے کی فکر کرنی چاہیے۔ لائن آف کنٹرول کے احترام' یا محض کشمیر میں محدود کشمکش کے مفروضوں کا محصور ہو جانا بہت بڑی غلطی ہوگی۔ تمام امکانات اور خطرات مختلف تناظر میں سامنے رکھنے ہوں گے اور ہر ایک کے لیے مناسب حکمت عملی وضع کرنا ہوگی۔ اس کے لیے قوم کو اعتماد میں لینا اور قوم کی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لانا ضروری ہے۔ اندرونی تیاری کے ساتھ ساتھ دوستوں کو اعتماد میں لینا اور ان کے تعاون سے عالمی رائے عامہ اور کارفرما قوتوں کو متاثر کرنا بھی وقت کی بہت بڑی ضرورت ہے۔ پاکستان کے قریب ترین دوستوں میں بھی آج وہ گرم جوشی نہیں جو پہلے تھی۔ اس طرف فوری توجہ کی ضرورت ہے۔ بھرپوری دنیا میں موثر سفارتی مہم کا منصوبہ بنانا چاہیے اور جو وزن (leverage) ہمیں ایک ایٹمی طاقت کے طور پر حاصل ہوگیا ہے اسے حکمت اور دانائی کے ساتھ استعمال کرنے کی ضرورت ہے۔ پروپیگنڈے کے میدان میں بھی ہمیں بہت کچھ کرنا ہے۔ افراد کی قدو قامت بڑھانے کے بجائے ایشوز اور مسائل و حالات پر توجہ مرکوز کرنے کی ضرورت ہے۔ عالمی میڈیا سے روابط بڑھانے اور خصوصیت سے کشمیر کے مسئلے پر ان کا تعاون حاصل کرنے کو فوری اہمیت دینا چاہیے۔ چین' ایران' سعودی عرب' خلیج کے ممالک' ترکی اور وسط ایشیا کے ممالک کے لیے خصوصی سفارتی مہمات کا اہتمام ہونا چاہیے۔ وزیراعظم کو خود متحرک ہونا چاہیے لیکن ان کے ساتھ سیاحتی طائفوں کی جگہ باصلاحیت ماہرین کی مختصر ٹیم ہونا چاہیے۔ نیز قوم کے اہل ترین افراد کو اہم سفارتی مہمات پر بھیجنے کی ضرورت ہے۔ اس میں مقبوضہ کشمیر اور آزاد کشمیر کے اصحاب فکر و نظر کو شریک کیا جائے اور سب مل جل کر ایک ٹیم کی طرح کام کریں تاکہ ملک و ملت کو جو ایمرجنسی درپیش ہے اس کا موثر مقابلہ ہو سکے۔

اس کے ساتھ ہی ہم اس طرف توجہ دلانا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ قومی زندگی کے اس مرحلے پر جب

کہ دشمن کی جنگی تیاریاں بڑھتی جا رہی ہیں' ہمیں اپنے اصل اور حقیقی مددگار' اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو پکارنا چاہیے۔ کیا حکمراں اور کیا عوام' سب کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اس سے نصرت اور کامیابی کی دعائیں کرنا چاہیے۔ کامیابی میں یقیناً تدبیر اور حکمت عملی کا دخل ہوتا ہے لیکن تدبیر اور حکمت عملی سجھانے والی ذات بھی اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کی ہے۔ اسی سے عرض کرنا چاہیے' اسی سے مانگنا چاہیے۔ کوئی بھی معرکہ اس کی نصرت کے بغیر سر نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن بتاتا ہے' اور تاریخ شاہد ہے کہ کتنے ہی کم تعداد اور بظاہر کمزور گروہ اپنے سے زیادہ اور بظاہر طاقت ور گروہوں پر غالب آ جاتے ہیں۔ قرآن واضح کرتا ہے کہ اہل ایمان کے ایمان کی کیفیت سے اس تناسب کا براہ راست تعلق ہے۔

اس لیے اہل پاکستان کو اس مرحلے پر اصل فکر اپنے ایمان کی کرنا چاہیے۔ ایمان گھٹنے بڑھنے والی چیز ہے۔ لاپرواہی سے ضائع بھی ہو جاتی ہے۔ دلوں میں ایمان مضبوط ہو تو اعمال صالحہ کی فصل لہلہاتی نظر آتی ہے۔ اعمال ہی ایمان کا پیمانہ ہیں۔ کسی بھی شخص سے' اس کے ایمان کی کیفیت کوئی راز نہیں ہوتی لیکن اجتماعی زندگی کے اطوار بھی' من حیث القوم' اسے آشکار کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہوئے' اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے' ہمیں ہر سطح پر یہ جائزہ بھی لینا چاہیے کہ ہمارے کون سے کام اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے والے اور کون سے کام اسے ناراض کرنے والے ہیں۔ اگر صرف ذرائع ابلاغ کو دیکھا جائے' جسے معاشرے کا عکس بھی کہا جا سکتا ہے' اور معاشرے کو کسی قالب میں ڈھالنے کی کوشش بھی' تو سنگین صورت حال سامنے آتی ہے۔ ہم ارباب حکومت سے اور ہر دائرے میں معاشرے کے قائدین اور ہر عام و خاص سے گذارش کریں گے کہ اگر وہ کشمیر کے جہاد میں شہادت کی آرزو لے کر جانیں نچھاور کرنے والے مجاہدین سے کچھ بھی اخلاص رکھتے ہیں' تو اس موقع پر ان اعمال کو ترک کرنے کا عہد کریں جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کی کھلی نافرمانی اور اس کے غضب کو دعوت دینے والے ہیں۔ ہم سب سچے دل سے توبہ کریں اور استغفار کو اپنا شعار بنائیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت بے پایاں ہے' ہم اس کی طرف پلٹیں تو اس کا وعدہ ہے کہ وہ ہماری طرف آئے گا۔ قومی سطح پر توبہ و استغفار کی روش ہی ہماری کامیابی اور نصرت الٰہی کی اصل ضمانت ہے۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا سکتہ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ (الاعراف ۷: ۲۳) اے ہمارے رب' ہم نے اپنے اوپر بڑا ظلم کیا' اگر تو ہماری مغفرت نہ فرمائے اور ہم پر رحم نہ کھائے تو ہم یقیناً تباہ ہو جائیں گے۔